حدیث مرسل: فقہاء کی نظر میں

ڈاکٹر حافظ حسین ازہر ۔ ڈاکٹر عبدالغفار

حدیث مرسل کی تعریف:

محدثین کے مابین حدیث مرسل کی تعریف میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے اور انہوں نے حدیث مرسل کی مختلف تعریفیں کی ہیں، لیکن ان تعریفات میں غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ اختلاف درج ذیل تین تعریفوں کی طرف راجح ہے:

(۱) حدیث مرسل وہ ہے جس کو کوئی جلیل القدر اور بڑا تابعی آپ ﷺ سے روایت کرے اور اپنی اس روایت میں وہ صحابی کا واسطہ چھوڑ دے۔[۱]

(۲) حدیث مرسل وہ ہے جس کو کوئی تابعی آپ ﷺ سے روایت کرے، برابر ہے کہ وہ تابعی بڑا ہو یا چھوٹا ہو اور برابر ہے کہ وہ حدیث قولی ہو یا فعلی ہو۔ اکثر محدثین کے ہاں یہی تعریف زیادہ مشہور ہے۔[۲]

(۳) حدیث مرسل وہ ہے جس کی سند میں انقطاع ہو چکا ہے وہ انقطاع کہیں بھی ہو گویا ''مرسل'' حدیث ''منقطع'' کے معنی میں ہے۔ امام نوویؒ (متوفی ۶۷۶ھ) نے مسلم کے مقدمہ کی شرح میں اس قول کو فقہاء، اصولیین، خطیب ابوبکر بغدادی (متوفی ۴۶۳ھ) اور محدثین کی ایک جماعت کی طرف منسوب کیا ہے۔[۳]

حافظ ابن صلاحؒ (متوفی ۶۴۳ھ) علوم الحدیث میں محدثین کے نزدیک حدیث مرسل، منقطع اور معضل کا فرق بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''فقہ اور اصول فقہ میں معروف ہے کہ ان سب قسم کی احادیث کو مرسل کہا جاتا ہے۔ یہی مذہب محدثین میں سے ابوبکر خطیبؒ کا ہے۔[۴]

اصولیین کے نزدیک حدیث مرسل

فقہا اور اصولیین کے نزدیک حدیث مرسل کی تعریف میں توسیع ہے۔ ان حضرات کے نزدیک حدیث مرسل اس کو کہا جاتا ہے جس کی سند میں کہیں بھی کوئی راوی گرا ہوا اور سند منقطع ہو، یعنی محدثین کی

☆حافظ علی تکبیرة الاحرام جماعة واکثر المکث فی المسجد وعود نفسك المبادرة للصلاة لتجد السرور. ☆

اصطلاح میں جس حدیث کومنقطع کہا جاتا ہے'اصولیین وفقہاء اس کو مرسل کا نام دیتے ہیں اور غیر متصل حدیث کی تمام اقسام یعنی منقطع،معضل،معلق،مدلس،مرسل خفی اور مرسل ان سب کو حدیث مرسل ہی کہتے ہیں علامہ آمدیؒ(متوفی ۶۳۱ھ)حدیث مرسل کی تعریف میں کہتے ہیں:"اختلفوا في قبول الخبر المرسل وصورته:ماذا قال من لم يلق النبي ﷺ و كان عدلا قال رسول الله."[۵]

"حدیث مرسل کے قبول کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے اوراس کی صورت یہ ہے کہ جب کوئی ایسا عادل راوی جس کی آپ ﷺ سے ملاقات نہ ہوئی ہو وہ کہے:اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا۔"

امام غزالیؒ لکھتے ہیں:

"وصورته:ان يقول قال رسول الله ﷺ من لم يعاصره."[۶]

"اس کی صورت یہ ہے کہ وہ شخص جو آپ کے زمانہ میں نہ ہو یہ کہے کہ اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے کہا ہے۔"

صاحب ابہاج(تقی الدین ابوالحسنؒ(متوفی ۷۸۵ھ)مرسل کی تعریف میں رقم طراز ہیں:

"وعند الاصوليين :المرسل قول من لم يلحق النبي ﷺ سواء كان تابعيا ام تابع التابعين فتفسير الاصوليين اعم من تفسير المحدثين"[۷]

"اصولیین کے نزدیک مرسل اس راوی کی حدیث ہے جو آپ ﷺ سے نہ ملا ہو برابر ہے کہ وہ تابعی یا تبع تابعی ہو۔اصولیین کی تفسیر محدثین کی تفسیر سے عام ہے۔"

واضح رہے کہ فقہاء کا اختلاف اس حدیث مرسل میں ہے جو علماء اصول کی اصطلاح میں ہے اوراس مبحث میں ہمارا مقصود بھی یہی تعریف ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حدیث مرسل کی حجیت

امام ابوحنیفہؒ(متوفی ۱۵۰ھ)کے بارے میں عام طور پر یہ بات مشہور ہے کہ وہ مرسل روایت بلا کسی قید کے مطلقاً قبول کرتے ہیں۔علامہ آمدیؒ نے اپنی کتاب"الاحکام"میں امام ابوحنیفہؒ وامام مالکؒ(متوفی ۱۷۹ھ)اور مشہور روایت کے مطابق احمد بن حنبلؒ(متوفی ۲۴۱ھ)کی طرف منسوب کیا ہے کہ وہ حدیث مرسل کو مطلقاً قبول کرتے ہیں[۸] اور خود بھی اس قول کو پسند کیا ہے۔علامہ اسنویؒ(متوفی ۷۷۲ھ)نے بھی"نهاية السؤل"میں مطلقاً حدیث مرسل کے قبول کرنے کو امام

☆اياك والذنوب فانها مصدر الهموم والاحزان وهي سبب النكبات وباب المصائب والازمات.☆

ابوحنیفہؒ امام مالک اورامام احمدؒ کی طرف منسوب کیا ہے۔۹ لیکن حقیقت یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ اور جمہور حنفیہ مطلقاً حدیث مرسل کو قبول کرنے کے قائل نہیں ہیں۔امام ابوحنیفہؒ کے مذہب میں تفصیل ہے جیسا کہ احناف کی اصول کی کتابوں میں یہ تفصیل مذکور ہے۔احناف حدیث مرسل کی درج ذیل چار قسمیں بناتے ہیں:

(۱)صحابی کی مرسل دوسرے علماء وفقہاء کی مانند احناف کے نزدیک بھی حجت ہے' کیونکہ صحابیؓ کی روایت میں ایک امکان تو یہ ہے کہ اس نے خود سنی ہوگی اور دوسرا امکان یہ ہے کہ اس نے کسی دوسرے صحابی سے سنی ہوگی اور حدیث بیان کرتے وقت اس کا ذکر نہیں کیا۔اور یہ بات امت مسلمہ کے نزدیک طے ہے کہ صحابہؓ سب عادل ہیں لٰہذا صحابی کی مرسل روایت چاروں ائمہ کے نزدیک حجت ہے۔۱۰

یہی قول صحیح ہے کہ صحابی کی مرسل روایت مقبول ہے' برابر ہے کہ صحابی نے اس بات کی تصریح کی ہو کہ وہ صرف ثقہ سے روایت کرتا ہے یا تصریح نہ کی ہو' برابر ہے کہ وہ صحابی ثقہ سے روایت کرنے میں معروف ہو یا نہ ہو۔اس قول کے صحیح ہونے کے دلائل یہ ہیں:

۱۔صحابہ مرسل احادیث بیان کرتے تھے اور اس پر کبھی کسی صحابی نے انکار نہیں کیا کیونکہ اگر کسی نے انکار کیا ہوتا تو ہم تک پہنچ جاتا۔چونکہ ہم تک کوئی ایسا انکار نہیں پہنچا لٰہذا یہ بات واضح طور پر دلالت کرتی ہے کہ صحابی کی مرسل روایت کے قبول کرنے پر صحابہؓ کا اتفاق تھا۔

۲۔حضرت ابن عباسؓ اور دوسرے صغار صحابہ مثلاً عبداللہ بن زبیر' جعفر بن ابی طالب' نعمان بن بشیر وغیرہ صحابہ کرامؓ کی روایت کے قبول کرنے پر امت کا اجماع ہے حالانکہ ان صحابہ کی اکثر روایات مرسل ہیں۔۱۱ قاضی ابویعلیؒ (متوفی ۴۵۸ھ) کا حضرت ابن عباسؓ کے حوالہ سے ذکر کرتے ہیں:

حضرت ابن عباسؓ نے بہت سی احادیث روایت کی ہیں باوجودیکہ بعض حضرات نے کہا کہ انہوں نے آپ ﷺ سے صرف دس احادیث سنی ہیں اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ چار احادیث سنی ہیں۔حضرت ابن عباسؓ یا کسی اور صحابی سے مروی ہے کہ جو بھی حدیث ہم تم کو بیان کریں ضروری نہیں ہے کہ وہ ہم نے خود رسول اللہ ﷺ سے سنی ہو۔''۱۲

۲۔قرن ثانی اور قرن ثالث کی مرسل روایت یعنی کوئی تابعی یا تبع تابعی مرسل روایت ذکر کرے تو حنفیہ کے نزدیک ایسی مرسل روایت بھی حجت ہے بلکہ مسند (متصل) روایت سے بھی بڑھ کر ہے کیونکہ تابعین اور تبع تابعین کی یہ عادت تھی کہ جب وہ کسی حدیث کو کئی مختلف سندوں سے سنتے تھے تو وہ ان

سندوں کو ذکر کیے بغیر بلا واسطہ کہہ دیتے تھے: ''قال رسول اللہ ﷺ کذا۔'' اور جب ان تک خبر کسی ایک واسطے سے پہنچتی تھی تو وہ اس کی مکمل سند بیان کرتے تھے تاکہ وہ بات کو اپنے ذمہ نہ لیں بلکہ اس کے ذمہ ڈال دیں جس سے انہوں نے سنی ہے۔[13]

قرون ثانی اور قرون ثالث کی مرسل روایات کو احناف اس وقت قبول کرتے ہیں جب راوی کے بارے میں بات معروف نہ ہو کہ وہ غیر ثقہ یا غیر عادل سے روایت کرتا ہے کیونکہ قرون ثلاثہ کے لیے آپ ﷺ نے صدق وخیر کی گواہی دی ہے لہذا اس گواہی کی وجہ سے ان کی عدالت ثابت شدہ ہے جب تک کہ اس کے خلاف کوئی بات نہ ظاہر ہو جائے۔[14]

۳۔اگر قرون ثلاثہ سے نچلے درجہ کا کوئی راوی مرسل روایت بیان کرے تو احناف کے نزدیک ایسی روایت مقبول نہ ہوگی مگر اس صورت میں کہ جب راوی کے بارے میں یہ بات مشہور ومعروف ہو کہ وہ خود بھی ثقہ ہے اور وہ صرف ثقہ لوگوں سے ہی ارسال کرتا ہے، مثلاً امام محمدؒ (متوفی ۱۸۹ھ) کی مرسل روایات۔ثقہ سے ارسال کرنے میں مشہور ہونے کی قید اس لیے لگائی گئی ہے کہ آپ ﷺ کے فرمان کے مطابق قرون ثلاثہ کے بعد جھوٹ وکذب عام ہو جائے گا اور قرون ثلاثہ کے بعد والے زمانوں کے لیے آپ ﷺ نے صدق وخیر کی گواہی بھی نہیں دی۔لہذا جب تک راوی کے بارے میں یہ اطمینان نہ ہو کہ وہ ہمیشہ ثقہ سے ہی ارسال کرتا ہے، اس کی روایت قبول نہیں کی جائے گی۔[15]

۴۔وہ روایت جس کی ایک سند مرسل ہو اور دوسری سند متصل ہو تو اکثر علمائے احناف ایسی روایت کو قبول کرتے ہیں، جیسا کہ حدیث: (لا نکاح الا بولی[16]) کو اسرائیل بن یونسؒ (متوفی ۱۶۲ھ) نے متصل ذکر کیا ہے اور شعبہؒ (متوفی ۱۹۳ھ) نے مرسل ذکر کیا ہے، لہذا حدیث کا اتصال، ارسال پر غالب ہوگا۔ایسی روایت میں ایک قول عدم قبولیت کا ہے کیونکہ حدیث کا اتصال تعدیل کی مانند ہے اور ارسال جرح کی مانند ہے اور جب جرح وتعدیل میں تعارض ہو جائے تو جرح کو ترجیح دی جاتی ہے۔[17]

درج بالا بحث سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ حنفیہ کی طرف یہ قول منسوب کرنا درست نہیں ہے کہ وہ حدیث مرسل کو بلا کسی قید ہر حال میں قبول کر لیتے ہیں بلکہ وہ درج بالا تفصیل کے مطابق قبول کرتے ہیں، جس میں بنیادی شرط یہ ہے کہ ارسال کرنے والے کا ثقہ ہونا ضروری ہے۔ثقہ راوی کی روایت کی حجیت کے کچھ دلائل 'صاحب مہذب' نے ذکر کیے ہیں جن کا خلاصہ درج ذیل ہے:

☆اعلم ان من اغتابك فقد اهدى لك حسناته وحط من سيئاتك وجعلك مشهورا وهذه نعمة.☆

۱۔عادل اور ثقہ راوی کا ظاہر حال اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ وہ حدیث کو صرف اسی وقت آگے روایت کرے گا جب اس کو اس بات کا یقین یا غالب گمان ہوگا کہ یہ قول آپ ﷺ کا ہی ہے اور یہ اس وقت ہو سکتا ہے جب حذف کیے گئے راوی کی عدالت اس کے نزدیک ثابت ہو۔

۲۔عادل راوی کی عادت یہ ہوتی ہے کہ وہ حدیث کو مرسل اس وقت بیان کرتا ہے جب اس کو اس حدیث کے ثابت ہونے کا یقین ہو۔اگر شک ہو تو وہ ارسال نہیں کرتا بلکہ اس شیخ کا نام ذکر کر دیتا ہے جس سے اس نے روایت سنی ہے تا کہ ذمہ داری اس شیخ پر پڑے۔یہ عادل راویوں کی عام عادت تھی اور کئی تابعین کے اقوال اس کی تائید کرتے ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وما كان المؤمنون لينفروا كآفة فلولا نفر من كل فرقة منهم طآئفة ليتفقهوا فى الدين ولينذروا قومهم اذا رجعوا اليهم لعلهم يحذرون﴾[18]

اس آیت سے نکلنے والے گروہ پر یہ بات واجب کی گئی ہے کہ جب وہ اپنی قوم کے پاس دین سیکھ کر واپس آئیں تو ان کو اللہ سے ڈرائیں اور اس آیت میں اس بات کی کوئی تفریق نہیں کی گئی کہ ڈرانے کے لیے مرسل روایت ذکر کریں یا مسند ذکر کریں۔لہذا یہ آیت مرسل حدیث کی حجیت پر ویسے ہی دلالت کرتی ہے جیسا کہ مسند کی حجیت پر دلالت کرتی ہے۔ایک اور جگہ ارشاد ہے:

﴿يآيها الذين امنوا ان جآء كم فاسق بنبا فتبينوا ان تصيبوا قوما ً بجهالة فتصبحوا على مافعلتم ندمين﴾[19]

اس آیت میں تحقیق خبر کو اس وقت ضروری قرار دیا گیا ہے جب خبر دینے والا فاسق ہو۔چنانچہ اگر مخبر فاسق نہ ہو بلکہ عادل وثقہ ہو تو اس کی خبر قبول کرنا ضروری ہوگا' برابر ہے کہ وہ خبر مرسل ہو یا مسند ہو۔[20]

یاد رہے کہ حنفیہ میں سے عیسیٰ بن ابان معتزلیؒ (متوفی ۸۳۵ھ) کا مذہب جمہور احناف سے مختلف ہے کیونکہ ان کے نزدیک صرف قرون ثلاثہ کی مرسل روایت مقبول ہوگی یا پھر ان ائمہ کی مرسل روایت مقبول ہوگی جو فن جرح وتعدیل کے ماہر ہوں گے۔[21] قرون ثلاثہ کی مرسل کے مقبول ہونے کی دلیل یہ مشہور حدیث ہے:

(خير امتى القرن الذين يلونى' ثم الذين يلونهم' ثم الذين يلونهم)[22]

یہ حدیث قرون ثلاثہ کے خیر ہونے پر دال ہے لہذا ان زمانوں کی مرسل روایات بھی مقبول

ہوں گی۔اور ائمہ جرح وتعدیل کی مرسل اس لیے مقبول ہوگی کہ وہ چونکہ اپنے فن کے ماہر ہیں لہٰذا انہوں نے راوی پر مطمئن ہونے کے بعد ہی حدیث کو مرسل بیان کیا ہوگا۔

امام مالکؒ کے نزدیک حدیث مرسل کی حجیت

مرسل حدیث کی حجیت کے بارے میں امام مالکؒ سے دو رائے منقول ہیں:

۱۔ایک قول یہ ہے کہ حدیث مرسل حجت نہیں ہے۔یہ قول صرف ابوعبداللہ الحاکمؒ (متوفی ۴۰۵ھ) نے ذکر کیا ہے اور اس کا ماخذ بیان نہیں کیا۔علماء کی ایک بڑی جماعت کا یہ دعوی ہے کہ یہ قول نہ تو درست ہے اور نہ ہی مشہور ہے۔[۲۳]

۲۔دوسرا قول یہ ہے کہ حدیث مرسل امام مالکؒ کے نزدیک حجت ہے۔اصول کی عام کتب میں یہ قول مذکور ہے اور امام مالکؒ کے حوالہ سے یہی قول مشہور ہے۔[۲۴]

امام مالکؒ کے نزدیک حدیث مرسل کے حجت ہونے کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ امام مالکؒ نے اپنی کتاب ''مؤطا'' میں بہت سی مرسل روایات ذکر کی ہیں جن کو''بلاغات مالک'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔اس کی کچھ مثالیں ابوزہرہؒ (متوفی ۱۳۹۴ھ) نے اپنی کتاب میں ذکر کی ہیں۔[۲۵] علاوہ ازیں اکثر علماء نے اس قول کا ذکر کیا ہے اور اسی قول کو مشہور قرار دیا ہے۔

امام مالکؒ کی جانب سے یہی بات منسوب کی جاتی ہے کہ وہ مطلقاً حدیث مرسل کی حجیت کے قائل ہیں لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔مالکی عالم ابوالولید الباجیؒ (متوفی ۴۷۴ھ) حدیث مرسل کی حجیت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ولاخلاف انه لایجوزالعمل بمقتضاه اذا كان المرسل له غیرمتحرز یرسل عن الثقات وغیرهم.فامااذا علم من حاله انه لایرسل الاعن الثقات فان جمهور الفقهاء علی العمل بموجبه كابراهیم النخعی وسعیدبن المسیب والحسن البصری والصدر الاول كلهم'وبه قال مالك."[۲۶]

''اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جب مرسل راوی ثقہ اور غیر ثقہ سے ارسال کرنے میں احتیاط نہ کرتا ہو تو اس کی مرسل روایت کے مقتضی پر عمل کرنا جائز نہیں۔البتہ جب مرسل راوی کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ صرف ثقہ راویوں سے ارسال کرتا ہے تو جمہور فقہاء اس کی روایت پر عمل کرتے ہیں

مثلاً ابراہیم نخعی (متوفی ۹۴ھ)، سعید بن المسیب (متوفی ۹۴ھ)، حسن بصری (متوفی ۱۱۰ھ)، صدر اول کے تمام فقہاء اور یہی قول امام مالکؒ کا ہے۔''

امام ابن عبدالبرؒ (متوفی ۴۶۳ھ) نے اپنی کتاب ''التمہید'' میں حدیث مرسل کے قبول کرنے کے لیے دو شرطیں ذکر کی ہیں:

۱۔ایک تو یہ کہ ارسال کرنے والا راوی خود ثقہ ہو۔

۲۔دوسرا یہ کہ وہ صرف ثقہ راویوں سے ارسال کرتا ہو۔[۲۷]

ان دو شرطوں کی بنیاد پر امام مالکؒ سے منقول پہلے قول کی تاویل کرنا بھی ممکن ہے کہ حدیث مرسل اس وقت حجت نہیں ہوگی اگر ان دونوں شرطوں میں سے کوئی ایک شرط یا دونوں شرطیں مفقود ہیں۔

یہ بات ظاہر ہے کہ مرسل روایات کو قبول کر لینا امام مالکؒ کے زمانہ میں عام تھا کیونکہ ثقہ تابعینؒ نے یہ بات واضح طور پر بیان کی ہے کہ اگر وہ حدیث کئی صحابہ سے روایت کریں تو وہ صحابی کا نام چھوڑ دیتے ہیں۔حضرت حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ جب کسی حدیث پر چار صحابی اکٹھے ہو جائیں تو میں اس کو مرسل بیان کرتا ہوں۔انہی کا قول ہے کہ جب میں کہوں ''حدثني فلان'' تو وہ حدیث صرف اسی فلاں نے بیان کی ہے اور کسی نے نہیں کی۔اور جب میں کہوں ''قال رسول الله'' تو میں نے وہ حدیث ستر یا اس سے زائد لوگوں سے سنی ہوگی۔اسی طرح امام اعمشؒ (متوفی ۱۴۸ھ) کا قول ہے کہ انہوں نے ابراہیم نخعیؒ سے کہا کہ جب آپ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے حدیث روایت کریں تو مجھے سند بھی بیان کر دیا کریں۔ابراہیم نخعیؒ نے جواب دیا کہ جب میں کہوں: ''قال عبدالله'' تو ایک سے زیادہ لوگوں نے حدیث بیان کی ہوگی۔ان اقوال سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ وضع احادیث کی کثرت سے پہلے ارسال عام تھا لیکن جب جھوٹ اور وضع احادیث عام ہو گیا تو علماء سند بیان کرنے کی طرف مجبور ہو گئے تاکہ راوی معلوم ہو اور اس کے مذہب (عمل و عقیدہ) کا علم ہو۔ابن سیرینؒ (متوفی ۱۱۰ھ) کا قول ہے کہ ''ہم حدیث کی سند بیان نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ فتنہ پھیل گیا''۔[۲۸]

مذکورہ بالا بحث سے یہ بات واضح ہوگئی کہ مالکیہ کی جانب مطلقاً حدیث مرسل کی حجیت منسوب کرنا درست نہیں ہے بلکہ مرسل راوی اگر خود ثقہ ہے اور ثقات سے ارسال کرتا ہے تب تو حدیث مرسل حجت ہوگی ورنہ نہیں۔

☆كن شجاعا قوي القلب ثابت النفس لديك همة وعزيمة ولا تفرك الزوابع والا راجيف.☆

امام شافعیؒ کے نزدیک حدیث مرسل کی حجیت

امام شافعیؒ کی نسبت عام طور پر مشہور ہے کہ وہ حدیث مرسل کو مطلقاً قبول نہیں کرتے ۲۹۔امام شافعیؒ حدیث مرسل کو قبول کرتے ہیں لیکن ان کے نزدیک حدیث مرسل کا درجہ مسند حدیث سے کم ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ امام شافعیؒ حدیث کو قبول کرنے میں چند سخت شرائط عائد کرتے ہیں جس کی وجہ سے حدیث مرسل کی حجیت کا دائرہ کار تنگ ہو جاتا ہے۔

صحابہ کی مرسل احادیث امام شافعیؒ کے نزدیک بھی حجت ہیں جیسا کہ جمہور فقہاء صحابہ کی مرسل احادیث کو قبول کرتے ہیں۔۳۰ تابعین میں سے امام شافعیؒ کبار تابعین کی مرسل روایات کو قبول کرتے ہیں مثلاً سعید بن المسیبؒ کی مرسل روایت حجت ہے کیونکہ تحقیق سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ جس راوی کو وہ ساقط کرتے ہیں وہ صحابی ہی ہوتا ہے۔۳۱

شوافع میں سے امام غزالیؒ صحابہ کی مرسل احادیث کو بھی مطلقاً قبول نہیں کرتے بلکہ وہ اس میں ایک قید کا اضافہ کرتے ہیں۔امام غزالیؒ المستصفی میں رقم طراز ہیں:

"والمختار.علی قیاس ردالمرسل.ان التابعی والصحابی اذا عرف بصریح خبره اوبعادته انه لایروی الاعن صحابی قبل مرسله'وان لم یعرف ذلک فلایقبل'لانهم قدیروون عن غیرالصحابی من الاعراب الذین لاصحبةلهم'وانماثبتت لناعدالةاهل الصحبة."۳۲

''مختار مذہب یہ ہے کہ تابعیؒ اور صحابی کے اپنے صریح قول یا عادت سے جب یہ پتہ چل جائے کہ وہ صرف صحابی سے ہی روایت کرتا ہے پھر تو اس کی مرسل روایت مقبول ہوگی اور اگر اس کا پتہ نہ چل سکے تو مقبول نہ ہوگی کیونکہ یہ حضرات بدوؤں میں سے غیر صحابی سے بھی بعض اوقات روایت کر لیتے تھے جن کو صحابیت کا شرف حاصل نہیں تھا اور ہمارے نزدیک صرف صحابہؓ کی عدالت ثابت ہے۔''

امام غزالیؒ کی ذکر کردہ قید درست نہیں ہے کیونکہ ایک تو جمہور علماء نے اس قید کا اعتبار نہیں کیا۔دوسرا صحابہ کے ظاہر حال سے یہ بات ثابت ہے کہ وہ صرف ایسے شخص سے ہی روایت کرتے تھے جس کی عدالت ثابت ہوتی تھی اور جس نے آپ ﷺ سے حدیث کو سنا ہوتا تھا۔یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ صحابی ایک غیر عادل سے حدیث سن کر اور اس کا ذکر حذف کر کے اس کو آگے روایت کر دے

☆علیك بالجود من صدر الجواد منشرح وباله واسع والبخیل ضیق الصدر مظلم القلب مكدر الخاطر.☆

حالانکہ صحابہ کے واقعات کا تتبع کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ وہ حدیث کی روایت میں کس قدر اہتمام اور احتیاط کرتے تھے۔

قاضی ابن الطیبؒ نے امام شافعیؒ سے نقل کیا ہے کہ امام شافعیؒ حدیث مرسل پر عمل کو جائز نہیں سمجھتے مگر درج ذیل شرائط میں سے کوئی شرط موجود ہو تو پھر حدیث مرسل قابل عمل ہوگی:

۱۔ارسال کرنے والے راوی کے علاوہ کوئی دوسرا راوی اس کو مسند بیان کرے۔

۲۔صحابی کا اس مرسل روایت پر عمل ثابت ہو یا اس کے مطابق قول ہو۔

۳۔عام اور اکثر علماء اس روایت پر عمل کریں اور اس کے مطابق فتوی دیں۔

۴۔ارسال کرنے والا صرف ثقہ لوگوں سے ارسال کرے۔اسی لیے امام شافعیؒ نے سعید بن المسیبؒ کی مرسل روایات کو''حسن'' قرار دیا ہے کیونکہ یہ روایات ان پر واضح تھیں اور ان کی سند ان کے علم میں تھی۔[۳۳]

۵۔اس ارسال کرنے والے راوی کے علاوہ کوئی دوسرا راوی کسی دوسرے شیخ سے اس حدیث کو مرسل بیان کرے۔[۳۴]

اس بارے فخر الدین رازیؒ (متوفی ۶۰۶ھ) ''المحصول''میں امام شافعیؒ کا قول نقل کرتے ہیں:

''لااقبل المرسل الااذا کان الذی ارسلہ مرۃ واسندہ اخری‘اقبل مرسلہ‘او ارسلہ ھو واسندہ غیرہ وھذا اذا لم تقم الحجۃ باسنادہ‘او ارسلہ راو آخر ویعلم ان رجال احدھما غیر رجال الآخر او عضدہ قول صحابی او قول اکثر اھل العلم‘او علم انہ لو نص لم ینص الاعلی من یسوغ قبول خبرہ.''[۳۵]

ان شرائط کے لگانے سے امام شافعیؒ کی غرض یہ ہے کہ چونکہ حذف کردہ راوی کی عدالت نامعلوم ہے کیونکہ اس کی شخصیت مجہول ہے اور اس مرسل روایت کے سچ ہونے کا غالب گمان نہیں ہے لہذا ان شرائط میں سے اگر کوئی شرط پائی جائے گی تو اس سے حدیث میں قوت پیدا ہو جائے گی اور حدیث کے سچ ہونے کا غالب گمان حاصل ہو جائے گا لہذا وہ حدیث قابل عمل ہوگی لیکن اس کے باوجود مرسل روایت متصل سے کم درجہ پر ہوگی۔

☆ابسط وجھک للناس تکسب ودھم والن لھم الکلام یحبوک وتواضع لھم یجلوک.☆

امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک حدیث مرسل کی حجیت

صحابہ کرامؓ کی مرسل روایت کو قبول کرنے میں امام احمد بن حنبلؒ اور حنابلہ جمہور علماء کے ساتھ ہیں اور صحابہؓ کی مرسل روایات کو بلا کسی قید کے مطلقاً قبول کرتے ہیں۔ مذہب حنابلہ کے ترجمان ابن قدامہؒ (متوفی ۶۲۰ھ) کہتے ہیں کہ صحابہؓ کی مرسل روایات جمہور کے نزدیک مقبول ہیں۔ آگے چل کر ابن قدامہؒ امام غزالیؒ کے مختار قول کی نفی کرتے ہیں کہ جس میں انہوں نے صحابہؓ کی مرسل روایات کو قبول کرنے میں ایک قید کا اضافہ کیا ہے اور کہتے ہیں کہ یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ امت نے حضرت ابن عباسؓ اور ان جیسے دوسرے اصاغر صحابہؓ کی روایت کے قبول کرنے پر اتفاق کیا ہے حالانکہ ان صحابہؓ نے کثرت سے مرسل احادیث روایت کی ہیں۔[۳۶] تھوڑا آگے چل کر مزید فرماتے ہیں:

''ظاہر یہی ہے کہ صحابہ صرف صحابی سے ہی روایت کرتے تھے اور صحابہ کی عدالت معلوم ہے اور اگر وہ صحابی سے روایت کریں تو اسی شخص سے کریں گے جس کی عدالت معلوم ہو، غیر عادل سے روایت کرنا بہت بعید وہم ہے جس کی طرف نہ التفات کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی اعتماد کیا جاسکتا ہے۔''[۳۷]

غیر صحابی کی مرسل روایات کے بارے میں امام احمد بن حنبلؒ کی رائے کیا ہے؟ اس بارے میں قاضی ابویعلیؒ نے اپنی ''کتاب العدۃ'' میں مرسل کو حجت قرار دیا ہے اور کسی زمانہ کے ساتھ مقید نہیں کیا۔ مرسل کی حجیت پر دلائل پیش کیے ہیں اور فریق مخالف کے دلائل ذکر کر کے ان کا رد کیا ہے۔ مرسل کے حجت ہونے کے بارے میں امام احمد بن حنبلؒ کے دو قول ذکر کیے ہیں: ایک قول کے مطابق غیر صحابی کی مرسل روایت حجت ہے اور دوسرے قول کے مطابق حجت نہیں ہے اور پہلے قول کو ترجیح دی ہے۔[۳۸]

ابوالخطابؒ (متوفی ۵۱۰ھ) نے بھی اپنی کتاب ''التمہید'' میں امام احمد بن حنبلؒ کی دو روایتیں ذکر کی ہیں۔ وہ کہتے ہیں:

''مرسل کے بارے میں امام احمدؒ کی روایتیں مختلف ہیں۔ مرسل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص مثلاً زید سے روایت سنتا ہے اور زید نے عمرو سے سنی اور پھر وہ شخص اس روایت کو آگے ذکر کرتا ہے تو زید کا ذکر چھوڑ کر کہتا: ''قال عمرو'' یا کہتا ہے: ''حدثنی الثقة'' تو امام کی ایک روایت تو اس مرسل

کے قبول کرنے پر دلالت کرتی ہے اور یہی ہمارے امام کا پسندیدہ قول ہے اور اسی کے قائل امام ابوحنیفہؒ امام مالکؒ اور متکلمین کی ایک جماعت ہے۔امام احمدؒ کا دوسرا قول یہ ہے کہ صرف صحابہ کی مراسیل مقبول ہیں اور اسی کے قائل امام شافعیؒ اصحاب ظاہر اور محدثین ہیں۔''۳۹

ابن قیمؒ (متوفی ۷۵۱ھ) جو امام احمد بن حنبلؒ کے اصول وقواعد سے بہت زیادہ واقف ہیں۔انہوں نے حدیث مرسل کے بارے میں امام احمدؒ کا موقف یہ بیان کیا ہے کہ حدیث مرسل اور حدیث ضعیف پر عمل کیا جائے گا اگر اس بارے میں کوئی اور حدیث اس کے مخالف نہ ہو اور امام احمدؒ حدیث مرسل اور حدیث ضعیف کو قیاس پر ترجیح دیتے ہیں۔۴۰

اس سے پتہ چلتا ہے کہ امام احمدؒ مرسل حدیث کو قبول کرتے ہیں لیکن درجہ میں اس کو مسند (متصل) سے کم قرار دیتے ہیں اور قیاس اور رائے پر مرسل کو ترجیح دیتے ہیں۔ابوزہرہؒ اپنی کتاب ''ابن حنبل'حیاته وعصره'آراؤه وفقهه'' میں مرسل کے بارے میں امام احمدؒ کی رائے ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''امام احمدؒ نے مرسل کو ضعیف احادیث میں شمار کیا ہے جن کی اصل مردود ہونا اور غیر مقبول ہونا ہے۔اسی لیے انہوں نے مرسل پر صحابہؓ کے فتاوی کو مقدم کیا ہے حالانکہ وہ صحابہؓ کے فتاوی کو صحیح حدیث پر کبھی بھی مقدم نہیں کرتے۔چنانچہ یہ مقدم کرنا دلیل ہے اس بات کی کہ وہ اس کو ضعیف شمار کرتے ہیں اور صحیح شمار نہیں کرتے۔''۴۱

حدیث مرسل کی حجیت کے بارے میں امام احمد بن حنبلؒ کے مذہب کو درج ذیل نکات کی شکل میں پیش کیا جاسکتا ہے:

۱۔امام احمد بن حنبلؒ جمہور کے ساتھ اس بات پر متفق ہیں کہ صحابہؓ کی مرسل روایات بلاکسی قید مقبول ہیں۔

۲۔غیر صحابی کی مرسل اس وقت حجت ہوگی جب اس کے خلاف کوئی اور نص'صحابی کا قول یا اجماع موجود نہ ہو۔

۳۔صحابی کا فتوی غیر صحابی کی مرسل روایت پر مقدم ہوگا۔

۴۔مرسل روایات قیاس پر مقدم ہیں۔

۵۔مرسل روایات بھی درجہ کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہیں جیسا کہ ضعیف روایات کے مختلف درجے ہیں۔

۶۔مرسل روایت ضعیف حدیث کی مانند ہے۔

۷۔متصل روایت، مرسل روایت پر مقدم ہوگی۔

مرسل روایت اور امام بخاریؒ

استعمال کے لحاظ سے امام بخاریؒ (متوفی ۲۵۶ھ) لفظ مرسل کا اطلاق اس روایت پر کرتے ہیں جسے کسی تابعی نے نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کیا ہو، خواہ وہ تابعی صغیر ہی کیوں نہ ہو اور برابر ہے کہ وہ روایت قولی ہو، فعلی ہو یا تقریری جیسا کہ "کتاب الفرائض، باب الولاء لمن اعتق و میراث اللقیط" میں وارد روایات سے معلوم ہوتا ہے:

"سیدہ عائشہ سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ میں نے بریرہؓ کو خرید لیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس کو خرید لو اور ولاء اس کے لیے ہے جس نے آزاد کیا۔ اور اس کو ایک بکری بطور ہدیہ دی گئی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وہ بکری بریرہؓ کے لیے صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ ہے۔ راوی الحکم بن عتیبہؒ (متوفی ۱۱۵ھ) فرماتے ہیں کہ بریرہؓ کا خاوند آزاد تھا اور حکمؒ کا یہ قول مرسل ہے۔"[۴۲]

اس حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجرؒ (متوفی ۸۵۲ھ) فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کے اس قول "قول الحکم مرسل" سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ صغیر تابعین کی روایات بھی نقل کیا کرتے ہیں کیونکہ حکم بن عتیبہ صغار تابعین میں سے ہیں۔ اسی طرح امام بخاریؒ مرسل کا اطلاق منقطع روایت پر بھی کرتے ہیں، جیسے:

ا۔سیدنا ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کرامؓ کو فرمایا کہ کیا تم میں کوئی شخص اس بات سے عاجز ہے کہ وہ ایک رات میں ایک تہائی قرآن پڑھے۔ صحابہ کرامؓ کو یہ مشکل محسوس ہوا تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! اس کی کون طاقت رکھتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ سورۃ الاخلاص ثلث قرآن ہے۔[۴۳]

امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ یہ روایت ابراہیمؒ سے "مرسل" اور ضحاک المشرقی سے "مسند" ہے۔[۴۴]

ابراہیم نخعیؒ کی ابوسعیدؓ سے ملاقات نہیں ہے، چنانچہ یہ روایت منقطع ہے۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ بسااوقات ''منقطع'' روایت پر بھی ''مرسل'' کا اطلاق کردیتے تھے اور ''متصل'' پر لفظ ''مسند'' کا اطلاق کردیتے تھے۔

۲۔امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ امام زہریؒ (متوفی ۱۲۴ھ) نے کہا کہ سیدنا علیؓ فرماتے ہیں: اگر آدمی اپنی بیوی کی ماں سے وطی کرلے تو اس کی بیوی اس پر حرام نہیں ہوگی۔ یہ مرسل روایت ہے۔[۴۵]

امام زہریؒ کی سیدنا علیؓ سے ملاقات نہیں ہے لہٰذا یہ ''منقطع'' روایت ہے اور امام بخاریؒ نے ''منقطع'' پر لفظ ''مرسل'' کا اطلاق کیا ہے۔

اس کے برعکس بسااوقات امام بخاریؒ ''مرسل'' پر ''منقطع'' کا اطلاق کردیتے ہیں جیسے امام بخاریؒ سیدہ عائشہؓ کی مذکورہ روایت اسودؒ کے طریق سے بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ''اسودؒ کہتے ہیں کہ اس کا خاوند آزاد تھا اور اسود کا یہ قول منقطع ہے۔''[۴۶] حالانکہ اسود کبار تابعین میں سے ہیں اور ان کی یہ روایت مرسل ہوگی۔ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کے اس قول ''**قول الاسود منقطع**'' سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مرسل پر لفظ منقطع کے اطلاق کے جواز کے قائل تھے۔

جہاں تک مرسل روایت کی حجیت کی بات ہے تو امام بخاریؒ مرسل روایت سے نہ تو دلیل پکڑتے ہیں اور نہ ہی اسے صحیح سمجھتے ہیں، بلکہ اس کو رد کردیتے ہیں، جیسے آپ نماز میں سورۃ الفاتحہ کی عدم فرضیت کے قائلین کی دلیل بیان کرتے ہوئے کہ ''امام کی قراءت ہی مقتدی کی قراءت ہے'' کے بعد فرماتے ہیں کہ کہا جائے گا کہ یہ خبر اہل حجاز وعراق وغیرہ کے ہاں ثابت نہیں ہے کیونکہ یہ مرسل اور منقطع روایت ہے۔ اس روایت کو ابن شداد نے براہ راست نبی کریم ﷺ سے نقل کیا ہے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت کو حسن بن صالح نے جابر سے اور انہوں نے ابوالزبیر سے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے۔ اور معلوم نہیں کہ جابرؒ نے ابوزبیرؒ سے سنا ہے یا نہیں لہٰذا یہ ارسال اور انقطاع اس روایت کے اسباب ضعف میں سے ایک ہے۔[۴۷]

اسی طرح امام بخاریؒ نے مذکورہ قول ''**وقول الحکم مرسل**'' سے اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے اور اس کے بعد ابن عباسؓ کا قول ''رایتہ عبدا'' لائے ہیں اور اسے ہی ''صحیح'' قرار دیا ہے۔[۴۸]

ابن عباسؓ کے قول کو صحیح قرار دینے کا مقصد یہ ہے کہ حکمؒ اور اسودؒ دونوں کا قول کہ بریرہ کا خاوند آزاد تھا، ایک تو مرسل ہونے کی بناء پر اور دوسرا سیدنا ابن عباسؓ کے قول ''رایۃ عبدا'' کے متعارض

☆لا تعش في المثاليات بل عش واقعك فانت تريد من الناس مالا تستطيعه فكن عادلا .☆

ہونے کی بناء پر ضعیف ہے۔

مذکورہ اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں مرسل روایت سے ایک جگہ بھی حجت نہیں پکڑی۔ البتہ مسئلہ کی وضاحت، کسی ذیلی فائدے کے بیان یا روایت مرسل کی عدم حجیت کی طرف اشارہ کرنے کے لئے اسے کئی جگہ ذکر کیا ہے، چنانچہ یہ "معلق" اور "موقوف" روایات کی مثل صحیح بخاری کے اصل موضوع سے خارج ہیں۔

حافظ ابن حجرؒ صحیح بخاری میں تکرار روایات کے فوائد میں رقمطراز ہیں:

"اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ امام بخاریؒ متصل اور مرسل روایات بیان کرنے کے بعد متصل کو راجح قرار دے دیتے ہیں اور مرسل کو اس لیے نقل کرتے ہیں تاکہ اس امر کی طرف اشارہ کر سکیں کہ متصل روایت کے مقابلے میں مرسل روایت کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔" ۴۹

بلکہ مرسل روایت متصل کی تقویت کا باعث ہے۔ اس کی مثال عمرو بن ابی سلمہؓ کی یہ روایت ہے کہ امام بخاریؒ نے اس باب میں پہلے متصل روایت نقل کی ہے پھر اس کے بعد بروایت مالک عن وہب سے مرسل روایت بیان کی ہے۔ حافظ العلائیؒ فرماتے ہیں:

"امام بخاریؒ مرسل روایت کی عدم حجیت کے قائلین میں سے ہیں۔"

اور یہی موقف امام مسلمؒ نے محدثین سے بلا استثناء ذکر کیا ہے کہ ہمارے قول اور محدثین کے اقوال کے مطابق مرسل روایت حجت نہیں ہے۔ ۵۰

خلاصہ بحث

فقہائے کرام کے بارے میں یہ جو مشہور ہو گیا ہے کہ وہ مرسل روایت کو مطلقاً قبول کرتے ہیں، درست نہیں ہے۔ تحقیق کے مطابق فقہاء کا اس بات پر تو اتفاق ہے کہ صحابی کی مرسل روایت مطلقاً قبول کی جائے گی لیکن تابعین اور تبع تابعین کی مرسل روایات کے قبول و عدم قبول کے حوالے سے وہ شرائط عائد کرتے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک ثقہ راوی کی مرسل روایت قابل قبول ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک ثقہ راوی کے علاوہ اگر عام علماء مرسل روایت پر عمل کریں یا اس کے مطابق فتویٰ دیں یا اس مرسل روایت کی دوسری مرسل روایت سے تائید ہو یا صحابی کے قول یا عمل سے اس مرسل روایت کی تائید ہوتی ہو تو وہ حجت ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ بھی مرسل روایت کو قبول کرتے ہیں

لیکن مسند سے کم درجہ میں اس کو رکھتے ہیں اور قیاس اور رائے کی نسبت مرسل روایت سے احتجاج کو بہتر قرار دیتے ہیں ۔امام بخاریؒ مرسل روایت کو حجت نہیں مانتے البتہ متصل روایت کی تقویت کے لیے مرسل روایت کا ذکر جائز سمجھتے ہیں۔

حواشی

۱۔ابن الصلاح،عثمان بن عبدالرحمٰن،معرفتہ انواع علوم الحدیث:ص۵۱،مؤسسۃ الرسالۃ،بیروت،الطبعۃ الاولی،۲۰۰۸م

۲۔العسقلانی،احمد بن علی بن حجر،نزھۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر:ص۸۹،مؤسسۃ الرسالۃ،بیروت،الطبعۃ الاولی، ۲۰۰۹م

۳۔النووی،ابوزکریا یحیی،المنھاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج:۱/ ۲۸،داراحیاء التراث العربی،بیروت،الطبعۃ الثانیۃ، ۱۳۹۲ھ۔

۴۔علوم الحدیث لابن الصلاح:ص۵۳

۵۔الآمدی ،سیف الدین ابی الحسن،الاحکام فی اصول الاحکام:۲/ ۱۴۸،مکتبۃ ومطبعۃ محمد علی صبیح واولادہ،الطبعۃ الاولی،۱۹٦۷م

٦۔الغزالی،ابوحامد محمد بن محمد،المستصفی من علم الاصول :۲/ ۲۸۱،مؤسسۃ الرسالۃ،بیروت،الطبعۃ الاولی،۱۹۹۷م

۷۔السبکی ،تقی الدین،الابھاج فی شرح المنھاج:۲/ ۳۷۷،دارالکتب العلمیۃ،بیروت،الطبعۃ الاولی،۱۹۹۵م

۸۔الاحکام فی اصول الاحکام:۲/ ۱۴۹

۹۔الاسنوی،عبدالرحیم بن الحسن،نھایۃ السؤل فی شرح منھاج الاصول :۳/ ۱۹۸۔۱۹۹،دارالکتب العلمیۃ،بیروت ،الطبعۃ الاولی،۱۹۹۹م

۱۰۔ملاجیون،احمد بن ابی سعید،نورالانوار:ص۱۸۸،منشورات مرکز الامام البخاری للتراث والتحقیق الجامعۃ الاسلامیۃ، صادق آباد،الطبعۃ الاولی،۱۹۹۸م

۱۱۔النملۃ ،عبدالکریم بن علی،المھذب فی اصول الفقہ المقارن:۲/ ۸۱۸،دارالنشر ،مکتبۃ الرشید،الریاض ،الطبعۃ الاولی،۱۹۹۹م

۱۲۔الفوزان،عبداللہ بن صالح ،شرح الورقات فی اصول الفقہ:ص۱۰۱،دارالمسلم ،الریاض،الطبعۃ الثالثۃ،۱۴۱۷ھ/۱۹۹٦ء

☆حافظ علی اذکار المناسبات فانها حفظ لك وصيانة وفيها من السداد والارشاد ما يصلح به يومك.☆

۱۳۔الخبازی،امام جلال الدین ابی محمد بن عمر،المغنی فی اصول الفقہ :ص ۱۹۱،جامعۃ ام القری،مکۃ المکرّمۃ،الطبعۃ الاولی،۱۴۰۳ھ۔

۱۴۔السرخسی ،ابوبکرمحمد بن احمد،اصول السرخسی :۱/۳۷۳،دارالمعرفۃ للطباعۃ والنشر،بیروت،الطبعۃ الاولی ،۱۹۷۳م

۱۵۔المغنی فی اصول الفقہ :ص ۱۹۱،اصول السرخسی :۱/۳۷۳

۱۶۔الترمذی ،ابوعیسی،محمد بن عیسی،جامع الترمذی،کتاب النکاح ،باب ماجاء لانکاح الابولی:۱۱۰۱،دارالسلام للنشر والتوزیع،الریاض،الطبعۃ الاولی،۱۹۹۹م

۱۷۔نورالانوار:ص ۱۸۹

۱۸۔سورۃ التوبۃ :۹:۱۲۲

۱۹۔سورۃ الحجرات :۴۹:۶

۲۰۔المھذب فی اصول الفقہ المقارن:۲/۸۲۲

۲۱۔الاحکام فی اصول الاحکام :۲/۱۴۹

۲۲۔النیسابوری،مسلم بن الحجاج،صحیح مسلم،کتاب فضائل الصحابۃ،باب فضل الصحابۃ ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم :۲۵۳۳،دارالسلام للنشر والتوزیع،الریاض،الطبعۃ الاولی،۱۹۹۸م

۲۳۔الشعلان،عبدالرحمٰن بن عبداللہ،اصول فقہ الامام مالک ادلتہ النقلیۃ :۲/۷۲۳،وزارۃ التعلیم العالی،المملکۃ العربیۃ السعودیۃ،الطبعۃ الاولی،۲۰۰۳م

۲۴۔الاحکام فی اصول الاحکام :۲/۱۴۹

۲۵۔ابوزھرۃ،محمد بن احمد مالک:حیاتہ وعصرہ آراؤہ وفقھہ :ص ۳۱۵،دارالفکر العربی،القاھرہ

۲۶۔احکام الفصول فی احکام الاصول :ص ۳۵۵

۲۷۔ابن عبدالبر،ابوعمر یوسف بن محمد،التمھید لمافی المؤطا من المعانی والاسانید:۱/۱۷،داراحیاء التراث العربی ،بیروت،الطبعۃ الاولی،۲۰۰۰ء

۲۸۔ابوزھرۃ،محمد بن احمد،مالک:حیاتہ وعصرہ آراؤہ وفقھہ :ص ۳۱۷

۲۹۔الجوینی،ابوالمعالی عبدالملک بن عبداللہ،البرھان فی اصول الفقہ :۱/۶۳۴، دارالنصار،قاھرۃ، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۴۰۰ھ۔

۳۰۔المحلی ،جلال الدین محمد بن احمد،شرح الورقات فی اصول الفقہ :ص ۱۸۰،جامعۃ القدس ،فلسطین،الطبعۃ الاولی،۱۹۹۹م

☆ونوع الاعمال ولا تجمعها فیی وقت واحد،بل اجعلها فی فترات وبینهاالوقات للراحۃ لیکون عطاؤک جیدا. ☆

۳۱۔ایضا
۳۲۔المستصفی: ۲/۲۸۲
۳۳۔المازری،ابوعبداللہ محمد بن علی،ایضاح المحصول من برھان الاصول: ص ۴۸۷،دار الغرب الاسلامی،بیروت
۳۴۔المھذب فی اصول الفقہ المقارن: ۲/۸۲۳
۳۵۔ایضاح المحصول من برھان الاصول: ۴/۶۱
۳۶۔المستصفی: ۲/۲۸۷
۳۷۔ابن قدامۃ المقدسی،موافق الدین ابومحمد عبداللہ بن احمد،روضۃ الناظر وجنۃ المناظر فی اصول الفقہ: ص ۶۴،مؤسسۃ الریان للطباعۃ والنشر والتوزیع،الطبعۃ الثانیۃ،۲۰۰م
۳۸۔ابن الفراء،ابویعلی محمد بن الحسین،العدۃ فی اصول الفقہ: ۳/۹۰۶۔۹۰۹،دار الکتب العلمیۃ،بیروت،الطبعۃ الثانیۃ،۱۹۹۰م
۳۹۔الحنبلی،ابوخطاب،محفوظ بن احمد،التمھید فی اصول الفقہ: ۳/۱۳۰۔۱۳۱،مرکز البحث العلمی واحیاء التراث الاسلامی،الطبعۃ الاولی،۱۹۸۵م
۴۰۔ابن القیم الجوزیۃ،محمد بن ابی بکر،اعلام الموقعین: ۲/۵،دار الکتب العلمیۃ،بیروت،الطبعۃ الاولی،۱۹۹۱م
۴۱۔ابوزھرۃ،محمد بن احمد بن مصطفی،ابن حنبل: حیاتہ وعصرہ،آراؤہ وفقھہ: ص ۲۶۷،دار الفکر العربی،القاھرہ
۴۲۔البخاری،ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل،صحیح البخاری،کتاب الفرائض،باب الولاء لمن اعتق ومیراث اللقیط: ۶۷۵۱،دار السلام للنشر والتوزیع،الریاض،الطبعۃ الثانیۃ،۱۹۹۹م
۴۳۔صحیح البخاری،کتاب فضائل القرآن،باب فضل قل ھو اللہ احد: ۵۰۱۵
۴۴۔ایضا
۴۵۔صحیح البخاری،کتاب النکاح،باب ما یحل من النساء وما یحرم......: ۵۱۰۵
۴۶۔صحیح البخاری،کتاب الفرائض،باب میراث السائبۃ......۶۷۵۴
۴۷۔البخاری،ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل،جزء القراءۃ خلف الامام: ص ۸،المکتبۃ السلفیۃ،الطبعۃ الاولی،۱۹۸۰م
۴۸۔صحیح البخاری: کتاب الفرائض،باب الولاء لمن اعتق ومیراث اللقیط......۶۷۵۱
۴۹۔العسقلانی،احمد بن علی بن حجر،ھدی الساری: ۱/۲۷،دار الریان للتراث،القاھرۃ،الطبعۃ الاولی،۱۴۰۷ھ۔
۵۰۔صحیح مسلم،مقدمۃ،باب صحۃ الاحتجاج بالحدیث المعنعن

....

☆من اعظم ابواب السعادۃ دعاء الوالدین فاغتنمہ ببرھما لیکون لک دعاؤھم حصنا حصینا من کل مکروہ.☆